مولانا محمد نافع مدظلہ

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے
سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی صلح

اس مقام میں مؤرخین کی روایات بہت کچھ متفاوت ہیں لیکن یہاں محدثین کی روایات پیش کی جاتی ہیں تا کہ اصل حقیقت حال سامنے آسکے۔ چنانچہ بخاری شریف میں کتاب الصلح کے تحت حسن بصری کی روایت درج ہے وہ پیش کی جاتی ہے۔

اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ: حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر اور جیوش باہم متقابل ہوئے جو پہاڑوں کی مانند تھے۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرمایا کہ یہ لشکر اور عسا کر ایک دوسرے کو قتل کیے بغیر پسپا ہونے والے نہیں۔

حسن بصری کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، اللہ کی قسم خیر الرجلین تھے یعنی سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بہتر تھے۔ انہوں نے سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر ایک فریق دوسرے کو قتل کر ڈالے اور دوسرا فریق پہلے قتل کر دے تو لوگوں کے معاملات کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ عورتوں، بچوں اور کمزور لوگوں کی نگہداشت کون کرے گا؟ یعنی اس صورت میں تو یہ لوگ ضائع اور برباد ہو جائیں گے۔

ان حالات کے پیش نظر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بنی عبد شمس کے دو افراد عبد الرحمٰن بن سمرۃ اور عبد اللہ بن عامر کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کیا اور فرمایا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر صلح نامہ پیش کیجیے اور ان کو انہیں صلح پر آمادہ کیجیے۔

ان دونوں حضرات نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر صلح کے مسئلے پر گفتگو کی اور صلح کی دعوت دی۔ اس پر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو فرمایا کہ ہم بنو عبد المطلب ہیں (اپنے اہل وعیال، اقرباء اور خدام پر بخشش اور کرم کرنا ہماری جبلت میں ہے اور اس مال سے ہم ان سب کے حقوق ادا کرتے ہیں) ان حالات میں اُمت میں بہت انتشار اور فساد واقع ہو گیا ہے۔ اس پر ان دونوں بزرگوں نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی ضروریات اور تقاضے پورے کیے جائیں گے اور مطالبات تسلیم کیے جائیں گے۔ تو جناب حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان وعدوں کے ایفاء کا ذمہ دار کون ہوگا؟

تو انہوں نے کہا کہ ہم ذمہ دار ہیں۔

اس کے بعد مسئلہ خلافت میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔

صلح کی پیش گوئی:

حسن بصری کہتے ہیں کہ یہ صلح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کا مصداق ہے جو آنجناب صلی اللہ علی وسلم نے مدینہ منورہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمائی تھی اس وقت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں (ایام طفولیت میں) حضرت حسن رضی اللہ عنہ منبر پر ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے دوران کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ہم لوگوں کی طرف التفات فرماتے۔ اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے، اُمید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرادے گا۔

فصالحه قال الحسن (البصری) ولقد سمعت ابا بكرة يقول رأيت رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم على المنبر والحسن بن على الى جنبه وهو يقبل على الناس مرة و عليه اخرى و يقول ان ابنى هذا سيد و لعل اللّٰه ان يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين.

(بخاری شریف، ص:۲۷۲، جلد: اوّل تحت کتاب الصلح باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للحسن بن علی ابنی ہذا سید......الخ)

شرائط صلح کی وضاحت:

سابقہ سطور میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی باہم مصالحت کا بیان جاری ہے۔ اسی سلسلہ میں شارحین حدیث نے جو اس کی وضاحت ذکر کی ہے وہ قارئین کے فائدہ کے لیے درج کی جاتی ہے۔

حافظ ابن حجر شرح بخاری فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ:

قال ابن بطال سلم الحسن لمعاوية الامر و بايعه على اقامة كتاب اللّٰه و سنة نبيه و دخل معاوية الكوفة و بايعه الناس فسميت سنة الجماعة لاجتماع الناس و انقطاع الحرب و بايع معاوية كل من كان معتز لا للقتال كابن عمر وسعد بن ابى وقاص و محمد بن مسلمة و اجاز معاوية الحسن بثلثمائة الف و الف ثوب وثلاثين عبدا و مائة جمل و انصرف الى المدينة و ولى معاوية الكوفة المغيره بن شعبة والبصرة عبداللّٰه بن عامر و رجع الى دمشق.

(فتح الباری شرح بخاری لابن حجر عسقلانی، ص:۵۳، جلد:۱۳ تحت باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للحسن بن علی، ان ابنی ہذا السید......الخ کتاب الفتن۔ طبع قدیم مصر)

اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ:

ابن بطال نے کہا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت کا معاملہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سپرد کر دیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس شرط پر بیعت کر لی کہ اللہ کی کتاب اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو قائم کیا جائے گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں داخل ہوئے اور لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت کی۔ لوگوں کے اجتماع اور انقطاع جنگ کی وجہ سے اس سال کو اتفاق اور جماعت کے سال سے موسوم کیا گیا اور جو حضرات قتال ہٰذا سے الگ رہے تھے ان لوگوں نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت کر لی مثلاً عبداللہ بن عمر، سعد بن ابی وقاص، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم۔ وغیرہم

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو تین لاکھ درہم نقد ایک ہزار پوشاک کا کپڑا اور تیس غلام اور ایک سو اونٹ دیے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی طرف واپس تشریف لائے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ پر سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور بصرہ پر سیدنا عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو والی مقرر کیا اور خود دمشق کی طرف واپس تشریف لائے۔

اسی مضمون کو حافظ الذہبیؒ نے اپنی مشہور تصنیف ''سیر اعلام النبلاء'' کے صفحہ ۹۱ جلد ثالث تحت معاویہ بن ابی سفیان میں بھی درج کیا ہے۔

اس سے ضمنی طور پر یہ بھی پتہ چلا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ دونوں ایک قرآن پر یقین رکھتے تھے اور دونوں کے سنت قائمہ ایک ہی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ اگر کسی اور قرآن کے قائل ہوتے جو ترتیب نزول پر جمع کیا گیا ہو تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اس قرآن پر عمل کرنے کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دعوت دیتے۔

تاریخ مصالحت:

کبار علماء کرام نے صلح ہٰذا کے متعلق ذکر کیا ہے کہ مشہور قول کے مطابق اواخر ربیع الثانی ۴۱ھ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مصالحت ہو گئی اور ایک امام اور ایک خلیفہ پر اہلِ اسلام کے مجتمع ہونے کی وجہ سے اس سال کو عام الجماعۃ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

و تسليم معاوية الخلافة في اخر ربيع الاخر و سمى عام الجماعة لاجتماعهم على امام و هو عام واحد و رابعين. (۴۱ھ)

(سیر اعلام النبلاء للذہبی، ص: ۹۶۔ جلد: ۳ تحت معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما)

مقاصد صلح ومصالحت:

جناب سیدنا حسن بن علی المرتضٰی رضی اللہ عنہما کا جناب معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے ساتھ امر خلافت میں صلح ومصالحت کرنا اور بیعت خلافت کر لینا تاریخ اسلام میں ایک غیر معمولی واقعہ ہے جناب موصوف کا یہ اہم کارنامہ ہے جو ملت اسلامیہ کی منفعت کے لیے سرانجام دیا۔

☆ اس کی وجہ سے قتال بین المسلمین کا اختتام ہوا، ایک عرصہ سے اسلام کی دوعظیم جماعتیں جو باہم برسرپیکار تھیں ان کا اختلاف رفع ہوگیا اور انتشار ختم ہوگیا۔

☆ مسلمانوں کی جو اجتماعی قوت منتشر ہوگئی تھی وہ ایک بار پھر مجتمع ہوگئی۔

☆ اقتدار کے مسئلہ میں جو مسلمانوں کے درمیان عناد قائم ہوگیا تھا وہ دور ہوگیا۔

یہ اتنا عظیم کام سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی مصالحانہ طبع کی وجہ سے سرانجام پایا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کی صداقت کا نشان ٹھہرا اور جناب صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا ظہور ہوا۔

چنانچہ ذیل میں چند تاریخی حوالہ جاتے درج کیے جاتے ہیں جن میں آنجناب کے مؤقف کی کامل وضاحت پائی جاتی ہے۔

والمحفوظ ان كلام الحسن الاخير انما وقع بعد الصلح والاجتماع كما اخرجه سعيد بن منصور والبيهقي في الدلائل من طريقه و من طريق غيره بسندهما الى الشعبي قال لما صالح الحسن بن علي معاوية قال له معاوية قم فتكلم. فقام فحمد اللّٰه واثنى عليه ثم قال اما بعد فان اكيس الكيس التقى ان اعجز العجز الفجور الا وان هذا الامر الذي اختلفت فيه انا و معاوية حق لامرى كان احق به مني او حق لي تركته لارادة اصلاح المسلمين و حقن دمائهم وان ادرى لعله فتنة لكم ومتاع الٰى حين ثم استغفر و نزل.

(فتح الباری شرح بخاری لابن حجر، ص:۵۳، جلد:۱۳ تحت قول النبی ﷺ للحسن بن علی......الخ)

یعنی...... شعبی کہتے ہیں کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان صلح و مصالحت ہوگئی تو جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ لوگوں میں کھڑے ہوکر خلافت سے دستبرداری کا اعلان کیجیے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر حمد وثنا کے بعد فرمایا جس کا ماحصل یہ ہے کہ:

☆ زیادہ دانش مند وہ ہے جو متقی وپرہیزگار ہے۔

☆ زیادہ عاجز وہ ہے جو فاجر اور نافرمان ہے۔

☆ اس خلافت کے مسئلہ میں میرے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف واقع ہوا۔ اس معاملہ میں زیادہ حق دار میں ہوں یا وہ بہر حال میں اہل اسلام کے اصلاح کی خاطر اوران کی خونریزی کی حفاظت کے لیے اپنا حق ترک کرتا ہوں...... پھر استغفار فرمایا اور منبر سے نیچے تشریف لائے۔

اسی نوع کی متعدد روایات اس مقام میں پائی جاتی ہیں جن میں مذکور ہے کہ جب جناب حسن رضی اللہ عنہ کوفہ میں واپس تشریف لائے تو ایک شخص ابو عامر نے آپ سے خطاب کرتے ہو کہا:

السلام علیک یا مذلّ المؤمنین۔ یعنی آپ پر سلام ہوا ے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والے! تو جواب میں جناب حسن رضی اللہ عنہ فرمایا کہ اے ابو عامر! ایسا مت کہو میں مسلمانوں کو ذلیل کرنے والا ہرگز نہیں ہوں۔ میں نے اپنے ملکی اقتدار کی خاطر مومنوں کے قتل کرنے کو مکروہ جانا (اور انہیں خونریزی سے بچالیا)

فلما قدم الحسن بن عليؓ عَلَى الكوفة قال له رجل منا يقال له ابو عامر سفيان بن ليلى وقال ابن الفضل سفيان بن الليل السلام عليک يا مذل المؤمنين قال لا تقل ذاک يا ابا عامر لست بمذل المومنين و لكني كرهت ان اقتلهم على الملک.

(کتاب المعرفۃ والتاریخ للبسوی، ص: ۳۱۷، جلد: ۳، تحت خلافت معاویہ بن ابی سفیان)

☆......☆......☆